

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(متفرقات)

تراویح
کی
حقیقت

فرقان الدین احمد

Ketabton.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِنَا خَيْرَ مَا نَحْنُ فِيْهِ

وَلَا تَجْعَلْهُ لِيْ سَبَبًا عَلَيَّافَتَضَلَّ وَاَجْعَلْهُ لِيْ تَقْوِيًّا اِمَامًا

تراویح کی حقیقت

دیگر تمام ارکان اسلام کی طرح رمضان المبارک بھی اس امت میں ایک ظاہری رسم کی شکل اختیار کر چکا ہے؛ اور دیگر ارکان اسلام (نماز، زکوٰۃ اور حج) کی طرح روزہ کی اصل اہمیت، ضرورت اور دین کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ سے اس کے تعلق سے لاعلمی کے باعث امت کی ایک واضح اکثریت تو اس فرضیت کی ادائیگی سے ہی غیر شرعی خود ساختہ عذروں کے باعث اپنے آپ کو محروم رکھتی ہے؛ جبکہ امت کے دوسرے حصے کے نزدیک بھی اس سارے مہینہ کی برکتوں کا تعلق دن کے روزہ اور رات کے قیام سے زیادہ؛ محض افطار اور سحر میں انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات سے ہے۔

صحابہ کرام ؓ کے متعلق مشہور مقولہ ہے کہ "وہ دن کے شہسوار اور رات کے عبادت گزار تھے"۔ جس دین کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہو تو وہ دین اپنے ہر امتی میں یہی دو اوصاف دیکھنا چاہتا ہے اور ان دونوں اوصاف کے حصول کے لیے رمضان المبارک ایک بہترین تربیتی خاکہ مہیا کرتا ہے۔ رمضان المبارک ہی وہ بابرکت مہینہ ہے؛ جو نہ صرف نزول قرآن کا مہینہ ہے بلکہ جہاد فی سبیل سے اس کی خصوصی نسبت کے باعث اس بابرکت مہینہ میں اسلامی تاریخ کے وہ پانچ عظیم جہادی معرکہ برپا ہوئے؛ جن کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کو باطل اقوام و ادیان پر عروج نصیب ہوا ہے۔

- غزوہ بدر (اسلام کے عروج کا آغاز)
- فتح مکہ (حجاز میں اسلام کے عروج کی تکمیل)
- غزوہ تبوک (عجم میں اسلام کے عروج کا آغاز)
- معرکہ حطین (صلیبی جنگجوؤں کے غلبہ سے اسلام کا نشاۃ ثانیہ اول¹)

¹ صلیبی جنگوں کے نتیجے میں سقوط بیت المقدس (یعنی قبلیۃ الاول مسجد الاقصیٰ) کے بعد امت مسلمہ کے حکمرانوں اور علماؤں میں عصر حاضر کی مانند مذہبی غیرت مکمل طور پر معدوم ہو چکی تھی اور ہمارے مذہبی شعرا اہل کتاب کے محکوم ہونے کے باوجود عوام و

• عین جالوت (تاتار کے غلبہ سے اسلام کا نشاۃ ثانیہ دوم)

اور اس خصوصی مہینہ کی برکتوں سے بعید نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں پانچ یہودی علم بردار استعماری طاقتوں کے غلبہ سے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں (اسلام کا نشاۃ ثانیہ سوم اور خلافت علی منہاج النبوة دوبارہ قائم ہوگی) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں (قبلہ الاول کا تقدس بحال اور عرب و عجم میں) دین اسلام کے عروج کی تکمیل بھی اسی مہینہ میں ہو۔

جہاد فی سبیل اللہ سے اس بابرکت مہینہ کی خصوصی نسبت کی وجہ دن کے روزہ کے ذریعے؛ اپنی بھوک پیاس اور نفسانی خواہشات کو دین کے تابع رکھتے ہوئے اس تقویٰ کے حصول کی کوشش کرنا جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ [--- ذَلِك بِأَنَّهُ لَا يُصِيهُهُ ظَنًّا وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْلُوْنَ مَوْطَأًا يَخْطُ الْكُفَّارَ وَلَا يَتَلَوْنَ مِنْ عُدُوِّ يَنْلِئُ لَا تُكَيِّبُ لَهُمْ بِرَعْمَلٍ صَالِحٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْفَاحِشِينَ [سورة التوبة؛ ۱۲۰]۔۔۔ یہ اس لیے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا ماندگی کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو بھڑکائے اور یا کافروں سے کوئی چیز چھین لیے ہیں ہر بات پر ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔] اور رات کے قیام کے ذریعے اللہ سبحان و تعالیٰ کے ساتھ ذکر اللہ کے اس خصوصی تعلق کے حصول کی کوشش کرنا جو جہاد فی سبیل اللہ کے راستوں [---

فَأَقْرَهُ وَاهَا تَسِرَ مِنْ الْقُرْآنِ --- وَأَخْرَجُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَقْرَهُ وَاهَا تَسِرَ مِنْهُ --- [سورة المزمل؛ ۲۰]۔۔۔ پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔۔۔ اور کچھ اور لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، پس پڑھو جو اس میں سے آسان ہو۔۔۔] اور قتال فی سبیل اللہ کے میدانوں میں استقامت کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [سورة انفال؛ ۲۵] اے ایمان والو! جب کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔]

رمضان المبارک کے دن کا روزہ اور اس کے ذریعے تقویٰ کے حصول کی سعی تو ایک انفرادی امر ہے اور ہر ساعی اپنی انفرادی سعی کے مطابق اس تقویٰ کے حصول کی امید کر سکتا ہے۔ مگر رات کا قیام؛ تراویح کی شکل

خواص کی اکثریت اس پر مطمئن تھی؛ حطین کے مقام پر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں صلیبی لشکر کی شکست سے امت مسلمہ کا اس مذہبی زوال سے نشاۃ ثانیہ ہوا اور قبلہ الاول کا تقدس دوبارہ بحال ہوا۔

2 سقوط بغداد اور عباسی خلیفہ کے ہلاک خانہ کے ہاتھوں قتل کے بعد امت مسلمہ سیاسی طور پر مکمل طور پر زوال پذیر ہو چکی تھی اور عین جالوت کے مقام پر مصر کے مملوکوں کے ہاتھوں تاتاری لشکر کی شکست سے امت مسلمہ کا سیاسی زوال سے نشاۃ ثانیہ ہوا اور خلافت اسلامیہ دوبارہ قائم ہوئی۔

میں ایک اجتماعی امر ہونے کے باعث؛ ایک ساعی؛ ذکر اللہ (خصوصاً قرآن حکیم کی تلاوت) کے ذریعے اللہ کے ساتھ اپنے خصوصی تعلق کے حصول کی کوشش میں اپنے اجتماعی ماحول کا محتاج ہے۔ مگر وہ اجتماعی ماحول جس میں تراویح سے کل مطلوب ختم قرآن اور تعداد رکعات کی ادائیگی ہی ہو؛ تو ایسے اجتماعی ماحول میں اس اجتماعی عبادت کا مطلوب؛ قرآن حکیم کے ذریعے اللہ کے ساتھ خصوصی تعلق کے حصول کی کوشش نہیں؛ بلکہ اس اجتماعی عبادت کا مطلوب ایک دینی بوجھ سے بری الذمہ ہونا قرار پاتا ہے؛ اور جو عبادت بوجھ کی صورت اختیار کر جائے وہ اپنے مطلوبہ نتائج کے وقوع پذیر سے ہونے سے انفرادی و اجتماعی طور پر قاصر ہوتی ہے۔

اور کیا واقعی ہمارا یہ گمان حق پر مبنی ہے کہ یہی وہ قیام الیل ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "۔۔۔ جو شخص ماہ رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ تراویح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔۔۔ [سنن ابوداؤد۔ جلد اول۔ نماز کا باب۔ حدیث ۱۳۷۷]" اور کیا واقعی اس قیام الیل میں پڑھے جانا والا قرآن کریم ہماری "اُفَیئِئَہ" (خواب) کے مطابق روز قیامت ہماری شفاعت کرے گا؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "۔۔۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے سے روک رکھا اس لئے اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔۔۔ [مسند احمد۔ جلد سوم۔ حدیث ۲۱۲۲]"۔

ہماری تو رمضان کی تراویح سے رغبت کا یہ عالم ہے کہ اپنے سونے کے اوقات تو کجا؛ ہمارے سکول جانے والے بچوں کے سونے کا وقت ابھی نہیں ہوتا کہ ہم تراویح کے بوجھ سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں؛ اور یہ "طوالت" بھی ختم قرآن سے قبل کی ہے؛ بعد از ختم قرآن؛ باقی ماندہ رمضان میں تو ہماری تراویح سے رغبت کا عالم قرآن حکیم؛ رسول اللہ ﷺ کی سنت؛ اور آثار صحابہؓ کی روشنی میں ایک انتہائی خطرناک مذاق کی صورت اختیار کر لیتا ہے [الاما شاء اللہ]۔

آخر وہ کون سی تراویح ہے۔۔۔۔

جس پر ایمان و احتساب (عیب و صواب کی جانچ پڑتال) کے ساتھ پڑھے جانے کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ جس میں پڑھے جانا والا قرآن ہماری شفاعت کا باعث ہو گا؟

اور کیا واقعی تراویح میں۔۔۔۔

محض ختم قرآن ہی مقصود ہے؟

محض آٹھ یا بیس رکعت کی ادائیگی ہی مطلوب ہے؟

رکوع و سجود و تشہد میں بلا ضرورت اور بلا عذر اختصار مطلوب ہے؟

قیام الیل؛ تہجد اور تراویح

تراویح کے لغوی معنی "آرام کرنے" کے ہیں اور شرعی معنی "مخصوص رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی وہ سنت نماز جو نماز عشاء کے بعد سے صبح صادق تک انفرادی یا اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے اور اس نماز کا "تراویح" کے لفظ کے ساتھ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت اور اہتمام کے ساتھ پہلی مرتبہ اس نماز کو ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد "ترویجہ" یعنی آرام اور وقفہ کرتے تھے۔ [فتح الباری ۲/۲۵۰، کتاب صلاۃ التراويح]۔

قیام الیل کی اصطلاح کا اطلاق غیر رمضان میں تہجد اور رمضان میں تراویح دونوں پر ہوتا ہے اور اس لیے قرآن حکیم میں قیام الیل کے احکام کا اطلاق بھی دونوں پر ہوتا ہے؛

- ✓ فَهُوَ الْإِيلَ إِلَّا قَلِيلًا [سورة المزمل؛ ۲] رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ۔
- ✓ نَضْفَهُ أَوْ نَقْضُ مِنْهُ قَلِيلًا [سورة المزمل؛ ۲] آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔
- ✓ أَوْ ذُكِّيهِ وَرَبِّ الْقُرْآنِ تَنَزِيلًا [سورة المزمل؛ ۲] یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

اور قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قیام الیل کے حوالے سے اسوۂ حسنہ بھی بیان کرتا ہے جس کا اطلاق بھی دونوں تہجد اور تراویح پر ہوتا ہے؛

- ✓ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنَضْفَ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَوْ أَنْتُمْ فِتْنَةً لَّا تُخْضَعُونَ فَتَلَبَّ عَنكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔۔۔ [سورة المزمل؛ ۲۰] بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز تہجد) میں کھڑے ہوتے ہیں، اور اللہ ہی رات اور دن کی پیمائش کرتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا، پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔۔۔

اور یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان میں قیام الیل کے طور پر صرف ایک ہی صورت ہی ثابت ہے نہ کہ ایک ہی رات میں دونوں صورتیں (یعنی تہجد اور تراویح) اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی ادائیگی انفرادی اور اجتماعی دونوں طور پر ثابت ہے۔

✓ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک حجرہ بنایا تھا (سعید کہتے ہیں مجھے خیال آتا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ وہ چٹائی کا تھا) اور اس میں چند شب آپ نے نماز پڑھی۔ اس کا علم آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ہو گیا اس لئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کی؛ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم ہوا تو بیٹھ رہے۔ پھر صبح کو ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ "میں نے تمہارا فضل دیکھا؛ اسے سمجھ لیا (یعنی تم کو عبادت کا شوق ہے) تو اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نمازوں میں افضل نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو"۔ [صحیح بخاری - جلد اول - اذان کا بیان - حدیث ۴۰۲]

آج بھی اہل علم کے ایک گروہ کا موقف ہے کہ حفاظ کے لیے انفرادی جماعت افضل ہے تاکہ ان کو رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دورہ قرآن کی مشابہت نصیب ہو سکے اور غیر حفاظ کے لیے اجتماعی جماعت افضل ہے تاکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام والے قیام الیل سے مشابہت نصیب ہو سکے۔

اسی طرح آثار صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم سے بھی صرف رمضان المبارک کے قیام الیل پر تراویح کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے؛ جس کے اختتام پر وتر کی ادائیگی سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

✓ امام زید اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو تین رکعات پڑھائے، ہر دور رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور (یہ بھی حکم دیا کہ قاری) آخر میں وتر پڑھائے۔ [مسند

الامام زید ص ۱۵۹، ۱۵۸]

تراویح کا مقصود و مطلوب

دین میں تمام عبادات ^۴ مقصود نہیں بلکہ مطلوب کے درجہ پر ہیں؛ اور تمام جن و انس اس مطلوب کے مخاطب اور مکلف ہیں؛ [وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي] [سورة الذاریات؛ ۵۶] اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس

^۳ سلف میں اس موقف کے حامل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں (بخوالہ صحیح بخاری) اور عصر حاضر میں مفتی تقی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی موقف کے حامل ہیں (بخوالہ انعام الباری)

^۴ عبادت کی تفصیل کے لیے کتاب "قوانفسکرو اہلیکم نارا" میں مضمون "عبادت اور عبادت کی حقیقت" کا مطالعہ فرمائیں۔

لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ اور ہر مسلمان جن وانس سے صرف فرائض نہیں بلکہ کل عبادات بشمول سنتوں کی ادائیگی مطلوب ہے⁵: [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمُ عَدُوٌّ مُبِينٌ] [سورة البقرة؛ ۲۰۸] مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور اس مطلوب کی ادائیگی کا اصل ہدف توحید مقصود کی صورت میں اللہ سبحان و تعالیٰ کی محبت کا حصول ہے جو قرآن حکیم کے فتویٰ کے مطابق صرف مؤمنین کا خاصہ ہے؛ [وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّوهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ]۔۔۔ [سورة البقرة؛ ۱۶۵] اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک نہ رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیے، اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔۔۔۔۔] اور محبت کے حصول کے لیے لازم ہے کہ انسان جس ہستی کی محبت کے حصول میں کوشاں ہو؛ تو پہلے اس کی قربت اختیار کرے؛ جیسا کہ

✓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”۔۔۔۔۔ اور میرا بندہ میری فرض کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔۔۔۔۔“ [صحیح بخاری۔ جلد سوم۔ دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیان۔ حدیث ۱۳۳۹]

غرض کہ عبادات میں فرائض کی ادائیگی کا مقصد اللہ سبحان و تعالیٰ کے قرب کا حصول ہے اور نوافل یعنی سنن کی ادائیگی کا مقصد اللہ سبحان و تعالیٰ کی محبت کا حصول۔ اللہ کی قربت اور محبت کے حصول میں کامیابی کا معیار قرآن و حدیث میں بیان کر دہ؛ ان عبادات کے وہ مطلوبہ ظاہری و باطنی آثار ہیں؛ جو نفس انسانی پر مرتب ہوتے ہیں۔ اور ان ظاہری و باطنی آثار کے حصول کا واحد ذریعہ نیت کے اخلاص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ [لَقَدْ كَانُوا لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ مِنَ الْبَرِّ الْيُوقِرُ ۖ يَتَذَكَّرُ اللَّهُ عَمَّا أَكْفَرُوا ۚ] [سورة الاحزاب؛ ۲۱] البتہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔] اور یہی اللہ سبحان و تعالیٰ کی قربت سے دوری کا خوف ہمیں اس دنیا میں حرام

⁵ مزید تفصیل کے لیے انفرادی مضمون ”صغیرہ گناہ کی حقیقت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

معاملات سے روکنے کا باعث بنتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے محرومی کا خوف ہمیں اس دنیا میں مکروہ و مشتبہ معاملات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ خوف دنیا و آخرت میں تقویٰ کہلاتا ہے۔ اور جب یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوف پر مبنی تقویٰ؛ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت پر مبنی خشیت میں تبدیل ہو جاتا ہے؛ تو انسان کو احسان کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں سے اسے عبادت کی لذت نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اب ہر نیکی اس لذت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے جبکہ اس کے موقع کو ضائع کرنا اس لذت سے محرومی کا باعث۔ [۔۔۔ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْفَعُولَاتِ وَيَذْخَمُونَ رَجَبًا وَرَجَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ {سورة الانبياء: ۹۰}۔۔۔ بے شک یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے تھے اور ہمیں امید اور ڈر سے پکارا کرتے تھے، اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔] اور انہی خاشعین کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دنیا و آخرت میں رضامندی کا وعدہ ہے [إِذَا أُوْحِدَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَعَلَتْ عَذَابُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ {سورة البقرة: ۸} ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کی بہشت ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔] عبادت میں سے نماز کی عبادت سے عمومی مطلوب فاحشہ اور منکر سے رکنہ ہے [۔۔۔ إِنَّ الْفَلَاحَ كَيْفَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔۔۔ {سورة المائدة: ۲۵}۔۔۔ بے شک نماز پے جانی اور بری بات سے روکتی ہے۔۔۔] اور تہجد کی نفل نماز کا اضافی مطلوب نفس کو اپنے تابع اور قوی نفاق⁶ سے پاکیزگی نصیب کر کے اللہ کی محبت کا حصول ہے [إِنَّ نَافِلَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا {سورة المزمل: ۶}۔۔۔ بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زبرد کرتا ہے اور بات بھی صحیح نکلتی ہے۔] جبکہ تراویح کی نفل نماز کا اضافی مطلوب حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے ایمان اور احتساب (یعنی اپنے عیوب اور نیکیوں کے مواقع کی نشاندہی) میں اضافہ کے ذریعے اللہ کی محبت کا حصول ہے۔۔۔ جو شخص ماہ رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ تراویح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔۔۔ [سنن ابوداؤد - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۱۳۶۷] "اگر ہم اپنی نمازوں میں عمومی مطلوب یعنی فاحشہ اور منکر سے محرومی کے باعث اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قربت کے حصول سے ہی محروم رہ گئے؛ تو اضافی مطلوب کے ذریعے اللہ کی محبت کے حصول کی کوشش ایک لایعنی امر ہے۔

⁶ تنہائی کی تہجد کی نماز میں؛ تر تیل کے ساتھ تلاوت قرآن اور دل کے ساتھ اس پر تدبر کے باعث زبان و دل کو وہ ہم آہنگی نصیب ہوتی ہے جو قوی نفاق سے نجات پانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

عبادت میں موجود مطلوب آثار ایک عامی کے لیے "لازم" یعنی اس کی ذات تک محدود؛ مگر ایک عالم کے لیے "متعدی" یعنی اس کے علم و عبادات کے ظاہری و باطنی اثرات سے اس کے تابعین اور مقتدیوں کا بھی تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ ایک عالم کا "وارث رسول ﷺ" ہونے کے باعث؛ اس کا منصب حقیقی ہے کہ وہ عوام کو دینی پستی سے نکال کر دین کی بلندیوں تک پہنچانے کی قوی اور عملی کوشش کرے؛ اگر وہ اپنے علم و عبادات کے ظاہری اور بالخصوص باطنی اثرات سے ہی محروم ہے تو وہ یہ ذمہ داری کیسے ادا کرے گا؟۔

✓ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي صَلَاتِي فَمِنْ [سورة آل عمران؛ ۱۶۴] اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا (وہ) ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

✓ "۔۔۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ خطبہ تو منافق ہو گیا؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وجہ ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آنکھوں دیکھے ہو جاتے ہیں۔۔۔"

[صحیح مسلم - جلد سوم - توبہ کا بیان - حدیث ۲۴۶۵]

امت مسلمہ کے زوال کی اصل وجہ اس کے علماء حضرات کا اپنے علم و عبادات کے ظاہری اور بالخصوص باطنی اثرات سے محروم ہونا ہے؛ جس کے باعث یہ "وارث الانبیاء" اپنے خطابات اور وعظ میں عام جاہل عوام کو ہی معاشرہ میں دین کی پستی کا سبب قرار دیتے نظر آتے ہیں؛ اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت دینی طور پر پست ترین معاشرہ میں ہوئی تھی مگر انہوں نے کبھی بھی اس بات کو عذر کے طور پر استعمال نہیں کیا۔

تراویح سنت مؤکدہ یا غیر سنت مؤکدہ

فقہ حنفی کے مطابق سنت مؤکدہ ایسے عمل کو کہتے ہیں جسے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو، اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے، یعنی بلا عذر اس کا تارک گناہ گار اور ترک کا عادی سخت گناہ گار اور فاسق ہے اور شفاعت نبی ﷺ سے محرومی کا مستحق ہے۔

احادیث رسول ﷺ کے مطابق اوائل اسلام میں قیام الیل؛ تہجد کی صورت میں؛ فرض کے مقام پر تہجد اور پنجگانہ نماز کی فرضیت کے بعد اس کی حیثیت نفل قرار پائی؛ مگر یہ نماز خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کے اور عمومی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عام معمول میں شامل رہی۔ مزید برآں احادیث میں تہجد کے عمومی فضائل کے بیان کے دلائل بھی موجود ہیں اور بلا عذر رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کو ترک کرنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔

اسی طرح فرضیت رمضان کے بعد قیام الیل؛ تراویح کی صورت میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عام معمول میں شامل رہی۔ احادیث میں تراویح کی ترغیب کے دلائل بھی موجود ہیں اور بلا عذر رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کو ترک کرنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔ تو مندرجہ بالا سنت مؤکدہ کی تعریف کا اطلاق رمضان وغیر رمضان قیام الیل (یعنی تہجد اور تراویح) دونوں پر ہوتا ہے۔

مگر تراویح کی جماعت رسول اللہ ﷺ سمیت؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے اوائل تک؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عام معمول میں شامل نہ تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح کی جماعت کے آغاز کی علت محض انفرادی جماعتوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کرنے کی تھی؛ نہ کہ تراویح کی جماعت کے کسی خصوصی فضائل یا بلا عذر اس کی جماعت کو ترک کرنے پر کسی وعید کے دلائل پر۔ اس بنیاد پر مندرجہ بالا سنت مؤکدہ کی تعریف کا اطلاق تراویح کی جماعت پر نہیں ہوتا ہے۔ اور اہل علم کے ایک گروہ اکیابی موقف ہے۔

قرآن حکیم میں موجود [يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلَاحَةِ كُلِّهَا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمُ عَدُوٌّ مُبِينٌ] [سورة البقرة؛ ۲۰۸] مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔] اور [لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ مِنَ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ وَذَكَرَ اللَّهُ كَثِيرٌ] [سورة الاحزاب؛ ۲۱] البتہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔] والی صریح آیات کی روشنی میں ہمارے ہر ظاہری عمل پر سات حالتوں میں مندرجہ ذیل کسی ایک حالت کا اطلاق ہوتا ہے؛

ا. عمل کی؛؛؛ علی ترین والی حالت (رسول اللہ ﷺ کے کامل اور افضل ترین عمل کے عین مطابق عمل)⁸

⁷ عصر حاضر میں مفتی تقی عثمانی رضی اللہ عنہ بھی اسی موقف کے حامل ہیں (بحوالہ انعام الباری)

⁸ عمل کی وہ شکل جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال یا اعمال کے حساب سے کامل ترین اور زیادتی پر مشتمل ہو۔

- ب. عمل کی؛؛؛ قابل قبول والی حالت (اعلیٰ ترین عمل میں جواز والے عمل⁹ کی شمولیت؛ یا شرعی عذر¹⁰ کی موجودگی میں فرض عمل کا ترک اور جائز عذر¹¹ کی موجودگی میں سنت عمل کا ترک)
- ت. عمل کی؛؛؛ صغیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول عمل میں مکروہ اعمال کی شمولیت؛ یا سنت والے عمل کی اہمیت کے اقرار کے ساتھ ناجائز عذر کے باعث ترک)
- ث. عمل کی؛؛؛ عملی نفاق والی حالت (فرض یا سنت والے عمل کی اہمیت سے قولی انکار کرتے ہوئے سستی اور بے دلی کے ساتھ اس پر مجبوراً عمل)
- ج. عمل کی؛؛؛ کبیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول یا صغیرہ گناہ والی حالت والے عمل میں حرام عمل کی شمولیت؛ یا سنت والے عمل کی اہمیت کے انکار کے باعث ترک؛ یا فرض والے عمل کی اہمیت کے اقرار کے ساتھ غیر شرعی عذر کے باعث ترک)
- ح. عمل کی؛؛؛ کفر مجازی والی حالت (فرض عمل کی اہمیت سے انکار کے باعث ترک؛ یا ضروریات دین میں موجود سنت عمل کا قولی و عملی انکار)
- خ. عمل کی؛؛؛ کفر حقیقی والی حالت (ضروریات دین میں موجود فرض عمل کا قولی و عملی انکار)
- کسی بھی عمل کے ظاہری و باطنی اثر کے حصول کے لیے اس کا کم از کم قابل قبول حالت میں ہونا لازم ہے اور جیسے جیسے وہ عمل اپنی اعلیٰ ترین حالت کی طرف ترویج پاتا ہے تو اس کا ظاہری و باطنی اثر بھی تیز ہو جاتا اور اس کی لذت بھی نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہمارا عمل اپنی موجودہ ظاہری حالت سے بہتر حالت کی طرف ترویج نہیں پارہا؛ تو یاد رہے کہ باطنی طور پر ہم اپنی موجودہ حالت سے بدتر کی طرف زوال پذیر ہیں کیونکہ باطن کبھی بھی ہمارے ظاہر کی طرح جمود کا شکار نہیں ہوتا۔

⁹ عمل کی وہ شکل جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال یا اعمال کے دائرہ میں رہتے ہوئے؛ مکروہ عمل کے حد فاصل اور اعلیٰ ترین سطح کے درمیان ہو۔

¹⁰ وہ عذر جو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت ہو۔ فرض عمل چاہے اس کا تعلق عبادت سے ہو یا معاملات سے؛ اس کے ترک کی رخصت قرآن و حدیث سے ثابت ہونا لازمی ہے؛ ورنہ اس کا ترک کبیرہ گناہ قرار پائے گا۔

¹¹ وہ عذر جو کسی دینی و دنیاوی نفع کے حصول یا کسی دینی و دنیاوی ضرر سے بچاؤ پر مبنی ہو۔ سنت عمل چاہے اس کا تعلق عبادت سے ہو یا معاملات سے؛ اس کے ترک کی رخصت اسی جائز عذر کے تابع ہے؛ ورنہ اس کا ترک صغیرہ گناہ قرار پائے گا۔

مثلاً تبلیغ¹² کا قابل قبول درجہ ابتدائی طور پر تعلیم و تعلم (یعنی سیکھنا سکھانا) سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری بات دوسرے لوگوں کو پہنچا دو اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو۔۔۔۔۔“ [صحیح بخاری۔ جلد دوم۔ انبیاء ﷺ کا بیان۔ حدیث ۸۱۸] فرق صرف یہ ہے کہ اس ابتدائی قابل قبول درجہ میں ایک عامی اپنی رعیت یعنی اہل تک تبلیغ کرنے کا مکلف ہے اور ایک عالم عمومی طور پر معاشرہ کو تبلیغ کرنے کا مکلف ہے؛ مگر دونوں کے لیے تبلیغ کا اعلیٰ ترین درجہ اقدامی جہاد فی سبیل اللہ¹³ کے ذریعہ اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کی سعی ہے؛ جیسا کہ قرآن حکیم کا حکم ہے کہ ”قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ“ [سورة التوبة؛ ۲۹] ”جو اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں: ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔“ اگر ایک عامی دو عالموں تبلیغ کا اعلیٰ ترین درجہ حاصل کرنے کی سعی کے عملی طور پر تارک ہوں تو وہ باطنی طور پر قابل قبول درجہ سے بتدریج نفاق کی حالت پر پہنچ جاتے ہیں؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص جہاد کے بغیر مر جائے اور اس کے دل میل جہاد کی خواہش بھی نہ ہو تو وہ مناقضت کی حالت پر مرا۔“ [المستدرک۔ جلد ۲۔ کتاب الجہاد۔ حدیث ۲۳۱۹]۔

تراویح کی جماعت کو بھی ہم مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔۔۔۔۔

- ا۔ تراویح کی جماعت کی؛؛؛ اعلیٰ ترین والی حالت (رسول اللہ ﷺ کے کامل اور افضل ترین عمل کے عین مطابق عمل؛ مثلاً وہ تہائی رات تک قیام)
- ب۔ تراویح کی جماعت کی؛؛؛ قابل قبول والی حالت (اعلیٰ ترین عمل میں جو ازالے عمل کی شمولیت؛ مثلاً ایک تہائی رات تک قیام؛ یا جائزہ عذر کی موجودگی میں تراویح کی جماعت کا ترک)

¹² تبلیغ کی تفصیل کے لیے کتاب ”قوانفسکم و اہلیکم نارا“ میں مضمون ”تبلیغ کی حقیقت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

¹³ جہاد فی سبیل اللہ کی تفصیل کے لیے کتاب ”قوانفسکم و اہلیکم نارا“ میں مضمون ”جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ پر عمومی اعتراضات کی حقیقت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

¹⁴ دل کی خواہش نیت عمل کو ملزم ہے جیسا کہ قرآن حکیم منافقین کے بارے میں فرماتا ہے کہ ”وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنَّ اللَّهَ اخْتَلَفَ قُلُوبَهُمْ فَقَلِيلًا مَّا أَعَدُّوا“ [سورة التوبة؛ ۲۶] ”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیار کرتے لیکن خدا نے ان کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا تو ان کو ملنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔“

- ت. تراویح کی جماعت کی؛؛ صغیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول عمل میں کردہ اعمال کی شمولیت؛ مثلاً مقتدیوں کا ظاہری خضوع کے بغیر یا امام کے بے ضرورت اختصار کے باعث مقتدیوں کے رکوع و سجود میں نقص؛ یا تراویح کی جماعت کی اہمیت کے اقرار کے ساتھ ناجائز عذر کی موجودگی میں ترک¹⁵)
- ث. تراویح کی جماعت کی؛؛ عملی نفاق والی حالت (تراویح کی جماعت کی اہمیت سے انکار کرتے مجبوراً سستی اور بے دلی کے ساتھ اس کی ادائیگی)
- ج. تراویح کی جماعت کی؛؛ کبیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول یا صغیرہ گناہ والی حالت والی تراویح کی جماعت میں حرام عمل کی شمولیت؛ مثلاً تجوید کے قواعد کے بغیر قرات کرنا؛ یا تراویح کی جماعت کی اہمیت کے انکار کے باعث عملی ترک)
- ح. تراویح کی جماعت کی؛؛ کفر مجازی والی حالت (تراویح کی جماعت ایک متفق علیہ امر ہونے کے باعث ضروریات دین میں شامل ہے؛ اس لیے اس کا قولی و عملی انکار کفر مجازی ہے)
- خ. تراویح کی جماعت کی؛؛ کفر حقیقی والی حالت (تراویح کی جماعت ایک سنت عمل ہے جس کے باعث کفر حقیقی کی حالت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا)

فرض اور نفل نماز کی جماعت

فرض نماز کی جماعت اور نفل نماز کی جماعت میں بعینہ وہی فرق ہے جو خود فرض نماز اور نفل نماز میں ہے۔ فرض نماز کی جماعت کے ترک پر وعید موجود ہے؛؛؛

✓ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے؛ میں نے قصد کیا کہ حکم کروں لکڑیاں توڑ کر جلانے کا؛ پھر حکم کروں میں نماز اور اذان ہو؛ پھر حکم کروں ایک شخص کو امامت کا اور وہ امامت کرے؛ پھر جاؤں میں پیچھے سے ان لوگوں کے پاس جو نہیں آئے جماعت میں اور جلادوں ان کے گھروں کو؛ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر کسی کو ان میں سے معلوم ہو جائے کہ ایک بڑی عمدہ گوشت کی یادو کھر بکری کے اچھے ملیں گے تو ضرور آئیں عشاء کی نماز میں"۔ [موطا امام مالک - جلد اول - کتاب صلوٰۃ الجماعۃ - حدیث

[۲۴۳]

¹⁵ صغیرہ گناہ پر اصرار چونکہ اس کو گناہ کبیرہ میں تبدیل کر دیتا ہے؛ تو مستقل تراویح کی جماعت کا ترک ایک خطرناک فعل ہے۔

فرض نماز کی جماعت سے رخصت کے شرعی عذر انتہائی محدود ہیں۔۔۔۔۔

✓ حضرت ابن ام مکتوم ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں ناچنا ہوں اور میرا گھر دور ہے اور جو مجھ کو لے کر آتا ہے وہ میرا تابع نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں میرے لئے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟" آپ ﷺ نے پوچھا کہ "کیا تو اذان کی آواز سنتا ہے؟" ابن ام مکتوم ؓ نے کہا "ہاں (میں اذان کی آواز سنتا ہوں)" تو آپ ﷺ نے فرمایا "تب میں تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پاتا"۔ [سنن ابوداؤد - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۵۴۹]

فرض نماز کی جماعت انفرادی نماز (شرعی عذر کے ساتھ ¹⁶) پر افضلیت رکھتی ہے۔۔۔۔۔

✓ عبد اللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ ثواب زیادہ ہے۔ [صحیح بخاری - جلد اول - اذان کا بیان - حدیث ۶۲۲]

✓ ابوسعید ؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ [صحیح بخاری - جلد اول - اذان کا بیان - حدیث ۶۲۳]

فرض نماز کی جماعت میں امام کو قیام میں تخفیف کرنے کا حکم ہے۔۔۔۔۔

✓ حضرت ابوسعود انصاری ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کر عرض کیا "میں فلاں فلاں آدمی کی وجہ سے جو ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے نماز سے زیادہ جاتا ہوں"۔ حضرت ابوسعود ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس دن سے زیادہ غصہ میں کبھی نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا "اے لوگو تم میں سے بعض غنفر کرنے والے ہیں تم میں سے جو لوگوں کی امامت کرے تو وہ تخفیف کرے کیونکہ اس کی اقتداء میں بوڑھے کمزور اور حاجت مند لوگ ہوتے ہیں"۔ [صحیح مسلم - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۱۰۴۹]

فرض نماز کی جماعت میں مفصلات کی قرات سنت ہے۔۔۔۔۔

✓ ابو ہریرہ ؓ روایت ہے کہ "میں نے کسی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی جو کہ رسول کریم ﷺ جیسی نماز پڑھتا ہو لیکن فلاں شخص البتہ وہ رسول کریم ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہے"۔ سلیمان ؓ نے کہا کہ "وہ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں بلکی پڑھتے تھے اور آپ ﷺ ہکا

¹⁶ بغیر شرعی عذر کے انفرادی فرض نماز فرضیت کو تو ساقط کر دیتی ہے؛ مگر ترک جماعت کے باعث کبیرہ گناہ کی حامل ہوتی ہے؛ اور کسی عمل کا؛ گناہ کبیرہ کی موجودگی میں؛ کسی بھی درجہ میں اللہ کے فضل کا حامل ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ در حقیقت یہ شرعی عذر کو معمول بنانے والوں کے لیے تنبیہ ہے کہ ان کی شرعی عذر کے ساتھ انفرادی فرض نماز؛ باجماعت نماز سے پچیس یا ستائیس درجہ ناقص ہے۔

کرتے تھے نماز عصر کو اور آپ ﷺ نماز مغرب میں مفصل کی چھوٹی سورت پڑھتے تھے اور نماز عشاء میں مفصل کی متوسط سورت تلاوت فرماتے تھے اور نماز فجر میں مفصل کی طویل سورت تلاوت فرماتے۔" [سنن نسائی۔ جلد اول۔ نماز شروع کرنے سے متعلق احادیث۔ حدیث ۹۸۷]

فرض نماز کی جماعت میں رکوع و سجود میں تسبیحات کی سنت مقدار؟؟؟

✓ **اعلیٰ ترین مقدار؛** حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اس جوان کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے۔ حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے رکوع و سجود کی تسبیحات کے بارے میں اندازہ کیا کہ وہ تقریباً دس دفعہ پڑھتے تھے۔ [معارف الحدیث؛ حصہ سوم؛ کتاب الصلوٰۃ؛ صفحہ نمبر ۱۲۴]

✓ **قابل قبول مقدار؛** ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو تین مرتبہ (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ) پڑھے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ اس کی کم سے کم مقدار ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ) کہے اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ اس کی کم سے کم مقدار ہے۔ [جامع ترمذی۔ جلد اول۔ نماز کا بیان۔ حدیث ۲۵۴]

فرض نماز کی جماعت کے قومہ و جلسہ میں اعتدال سنت ہے؟؟؟

✓ ---- آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم نماز ادا کرنا چاہو تو تم ٹھیک طریقت سے وضو کرو۔ پھر کھڑا ہو اور قبلہ رخ ہو کر تکبیر پڑھو۔ پھر قرآن کریم پڑھو اس کے بعد تم سکون اور اطمینان کے ساتھ رکوع کرو پھر تم سر اٹھاؤ اور سکون کے ساتھ سیدھا کھڑے ہو جاؤ پھر تم اطمینان سے سجدہ کرو۔ جس وقت تم اس طریقت سے کر لو گے تو تم (واقعی صحیح طریقت سے) نماز ادا کر لو گے اور تم اس میں جس قدر کمی کرو گے تو تم درحقیقت نماز میں کوتاہی کے مرتکب ہو گے۔ [سنن نسائی۔ جلد اول۔ نماز شروع

کرنے سے متعلق احادیث۔ حدیث ۱۰۵۸]

✓ انس رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے تھے؛ تو وہ نماز پڑھ کرتا تھے پھر پس جس وقت وہ اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنے کھڑے رہتے کہ ہم کہتے کہ یقیناً یہ (سجدے میں جانا) بھول گئے۔ [صحیح بخاری۔ جلد اول۔ اذان کا بیان۔ حدیث ۴۷۲]

✓ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا؛ کہ تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے نبی ﷺ کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابت کہتے ہیں کہ "انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا؛ وہ جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنا کھڑا رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے، اور دونوں سجدوں کے

درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے کہ دیکھنے والا سمجھتا، کہ وہ دوسرا سجدہ کرنا بھول گئے۔ [صحیح

بخاری۔ جلد اول۔ اذان کا بیان۔ حدیث 493]

جبکہ----

نفل نماز اور اس کی جماعت کی بنیاد ترغیب ہے نہ کہ وعید¹⁷؛؛؛

✓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تراویح پڑھنے کی ترغیب دلاتے تھے مگر آپ ﷺ اصرار کے ساتھ علم نہیں فرماتے تھے آپ ﷺ فرماتے تھے "جو شخص باورِ رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ تراویح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔" پھر آپ ﷺ کی وفات ہو گئی اور طریقہ یہی رہا؛ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی طریقہ رہا اور یہ سلسلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک جاری رہا۔ [صحیح بخاری۔ جلد اول۔ اذان کا بیان۔ حدیث 443]

نفل نماز کی جماعت سے رخصت کے جائز عذرات میں وسعت ہے؛؛؛
دین میں جو نسبت فرض اور نفل میں ہے؛ وہی نسبت شرعی اور جائز عذر میں ہے۔ شرعی اور جائز عذر کا فرق گزشتہ حاشیہ میں بیان ہو چکا۔

✓ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ... [سورۃ الحج: 48] اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔

✓ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "دین میں آسانی کرو اور سختی نہ کرو؛ لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور (زیادہ تر ڈرا کر انہیں) متنفر نہ کرو۔" [صحیح بخاری۔ جلد اول۔ علم کا بیان۔ حدیث 42]

¹⁷ اس نقطہ کے بیان کرنے کا مقصد محض شریعت میں فرض اور نفل کے سچے فرق واضح کرنا ہے؛ ورنہ ہم امتیوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تراویح کی نماز کی ترغیب اور اس کی جماعت پر حرص کے باوجود امت پر فرض ہونے کے خوف سے مداومت اختیار نہ کرنا ہی اس نماز اور اس کی جماعت کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ اب تو اس نفل نماز اور اس کی جماعت کا ترک اوپر بیان کردہ چار حالات میں ہی ممکن ہے؛ یعنی بطور قابل قبول؛ بطور صغیرہ گناہ؛ بطور کبیرہ گناہ یا بطور کفر مجازی۔

نفل نماز کی جماعت انفرادی نفل نماز پر افضلیت نہیں رکھتی ہے؛؛؛

نفل نماز کی جماعت کی انفرادی نفل نماز پر افضلیت کی کوئی قرآن وحدیث پر مبنی دلیل میرے ناقص مطالعہ سے نہیں گزری اور منطقی طور پر امت کا اپنے رسول ﷺ سے افضل عمل پر دامت ممکن ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلیفہ الرسول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ؛ جو اجماع امت کے مطابق میراث رسول ﷺ (یعنی علم نبوت) میں سب سے آگے اور تمام انبیاء کے بعد افضل ترین بشر ہیں؛ کیا ان کے لیے بھی یہ افضلیت ایک پوشیدہ امر تھی؟ جبکہ وہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ اب ان کے اس فضیلت کے حصول میں کوئی مانع نہیں ہے اور نہ ہی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امت کو ایک امام کے پیچھے جمع فرماتے ہوئے تراویح کی جماعت کی افضلیت کو علت قرار دیا۔

بہر کیف شریعت میں کسی عمل کی افضلیت ایک مختلف امر ہے اور اس عمل میں موجود رکعتوں؛ رحمتوں اور کراماتوں کی شکل میں موجود عمومی و خصوصی فوائد ایک مختلف امر ہے۔ تراویح کی جماعت کے عمومی و خصوصی فوائد اہل دل سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جن میں سے چند چیدہ فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔۔۔

- حفاظ کو قرآن سے اپنے تعلق کو بحال کرنے اور اپنے حفظ قرآن کو دہرانے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔
- غیر حفاظ مقتدیوں کو رسول اللہ ﷺ کے قیام الیل کے نوافل میں؛ طویل قیام والی سنت؛ سے مشابہت نصیب ہوتی ہے۔
- حفاظ آئمہ الصلوٰۃ کے لیے مقتدیوں کو قرآن سنانے میں؛ رسول اللہ ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنانے کی سنت سے؛ مشابہت نصیب ہوتی ہے۔
- مقتدیوں کو حفاظ آئمہ الصلوٰۃ سے قرآن کی سماعت کے ذریعے؛ حضرت جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ سے قرآن سماعت کرنے کی سنت سے؛ مشابہت نصیب ہوتی ہے۔
- آئمہ الصلوٰۃ اور مقتدیوں کو اس نماز میں طویل قیام اور تلاوت قرآن کی سماعت کے باعث وہ انسیت پیدا ہوتی ہے؛ جو ان کو اپنی دیگر باجماعت فرض اور انفرادی نفل نمازوں کو قابل قبول حالت اور پھر اعلیٰ ترین حالت میں بدلنے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔
- عربی زبان کا فہم رکھنے والوں کو تدر قرآن کے ذریعے اپنے ایمان اور اپنے اعمال کے احتساب کا بہترین موقع نصیب ہوتا ہے۔

- اگر خوش نصیبی سے کسی خوش الحان مرتل قاری کی اقتدا نصیب ہو جائے؛ تو عربی زبان کا فہم رکھنے یا نہ رکھنے والے دونوں طرح کے مقتدیوں کو قرآن کی وہ لذت نصیب ہوتی ہے جو ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔
- اپنے قیام اور سماعت قرآن کی لذت میں اضافہ کے لیے؛ عربی زبان کا فہم نہ رکھنے والوں کو قرآن کے فہم کے حصول کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔
- اپنے باطنی ایمان کو جانچنے کا موقع نصیب ہوتا ہے؛ کہ کیا ہمارا ایمان؛ ان میدان میں کھڑے کھلاڑیوں؛ ٹکٹوں کی قطار میں لگے تماش بینوں اور دنیاوی ساز و سامان کے حصول کے لیے قطاروں میں منتظر لوگوں سے بھی گیا گزرا ہے؛ جو یہ سب کچھ اللہ سے کسی اجر کی امید کے بغیر کر رہے ہیں؛ جبکہ ہم اللہ کے راستہ میں ایک تہائی؛ نصف یا دو تہائی رات کے قیام کے اجر کے امیدوار بھی ہیں۔ [وَلَا تُهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ آلَ قَوْمٍ فَأْتُوهُمْ فِي الْقَوْمِ ۖ وَخُذُوا مِنْ آلِهِمْ مَا لَا يَنْجُو ۖ وَكَارَ ۖ اللَّهُ عَيْنًا حَكِيمًا [سورة النساء؛ ۴۱] اور ان (دشمن) لوگوں کا تعاقب کرنے سے ہمت نہ ہارو؛ اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں؛ حالانکہ تم اللہ سے جس چیز کے امیدوار ہو وہ نہیں ہیں؛ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔]
- اپنے باطنی ایمان اور جسمانی استطاعت کو جانچنے کا موقع نصیب ہوتا ہے؛ کہ اگر ہم اللہ کے راستہ میں ایک تہائی؛ نصف یا دو تہائی رات کا قیام نہیں کر سکتے؛ تو جہاد فی سبیل اللہ کے حکم کی تعمیل کیسے کر سکیں گے۔ [انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ [سورة التوبة؛ ۴۱] نکلو تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو؛ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔]

نفل نماز کی جماعت میں قیام میں طوالت سنت ہے؛

- ✓ قرآن کے مطابق: قُمِ اللَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١﴾ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٢﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا [سورة المزمل؛ ۲-۴] رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ۔ آدمی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو بھر بھر کر پڑھا کرو۔
- ✓ قرآن کی گواہی: إِنْ رَبَّكَ يَعْزَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِّ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَأْتِيهِمْ قُلُوبُهُمْ فَافْتَرَوْا مَا وَاعَدُوا رَبَّهُمْ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَأْتِيهِمْ قُلُوبُهُمْ فَافْتَرَوْا مَا وَاعَدُوا رَبَّهُمْ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَأْتِيهِمْ قُلُوبُهُمْ فَافْتَرَوْا مَا وَاعَدُوا رَبَّهُمْ [سورة المزمل؛ ۲۰] بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدمی رات اور (کبھی) تہائی

رات (نماز تہجد) میں کھڑے ہوتے ہیں، اور اللہ ہی رات اور دن کی پیدائش کرتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا، پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔۔۔

✓ رسول اللہ ﷺ کا رمضان کی تراویح کی نفل نماز میں عمل؛ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ماہ رمضان میں رسول ﷺ کے ساتھ روزے رکھے آپ ﷺ نے ہمیں کسی رات کو بھی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ (رمضان ختم ہونے میں) سات راتیں باقی رہ گئیں پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے ہمارے ساتھ تہائی رات تک پھر جب چھ راتیں باقی رہ گئی تو آپ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے، پھر جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے نصف شب تک، ہم نے عرض کیا "یا رسول ﷺ کاش آج آپ ﷺ مزید کھڑے رہتے" آپ ﷺ نے فرمایا "جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر فراغت پائے تو اس کو ساری رات کھڑے رہنے کا ثواب ملے گا"؛ اور جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے اور جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے اپنے تمام اہل خانہ کو اور لوگوں کو جمع فرمایا پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہم کو خوف ہوا کہ فلاح نکل جائے گی (راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ "فلاح کیا چیز ہے؟" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "فلاح سے مراد سحری کھانا ہے") پھر آپ ﷺ چاند رات تک کھڑے نہیں ہوئے۔ [سنن ابوداؤد - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۱۳۷۱]

✓ رسول اللہ ﷺ کا کسوف کی نفل نماز میں عمل؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا تو آپ ﷺ نے بہت زیادہ دیر تک قیام کیا پھر رکوع کیا۔۔۔ آپ ﷺ فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ [صحیح مسلم - جلد اول - سورج گرہن کا بیان - حدیث ۲۰۸۹]

✓ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل؛ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاشیوں کا سہارا لیتے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ باب ما روی فی عکد رکعات التہجد فی شہر رمضان]

✓ روایات میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سوسو آیات پڑھا کرتے تھے؛ حتیٰ کہ مقتدی حضرات قیام لیا ہونے کی وجہ سے لاشیوں پر سہارا لیتے، اور فجر کے قریب ہی وہاں سے جاتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ]

نفل نماز میں قیام پر؛ فرض نماز کے قیام کی طرح تخفیف کا حکم؛ نہ کسی قولی حدیث یا اثر سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی عملی حدیث یا اثر سے؛ برخلاف پیش کردہ لائل سے اس کا مخالف مؤقف ثابت ہے۔ اور نہ ہی ہر دو

رکعت کے بعد امام کے بدلنے پر کوئی قدغن ہے اور نہ ہی کسی جائز عذر کے باعث مقتدیوں کا سلام کے بعد ترک جماعت پر کوئی شرعی روک ٹوک۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اجر کا حقدار ہو گا اور امام کے ساتھ تراویح کی تکمیل کرنے والا کامل اجر کا؛ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے "۔۔۔ جو شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز میں شریک رہا اس کے لئے پوری رات کا قیام کھ دیا گیا۔۔۔" [جامع ترمذی۔ جلد اول۔ روزوں کے متعلق ابواب۔ حدیث ۷۹۰] "۔ مگر عصر حاضر میں اس حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے؛ قرآن و حدیث پر مبنی دیگر تمام عملی دلائل کو پس پشت ڈالتے ہوئے؛ بغیر کسی ثبوت کے؛ فرض نماز میں تخفیف کے سبب (یعنی بوڑھے کمزور؛ حاجت مند لوگوں) کو نفل نماز میں تخفیف کے بے جا عذر کے طور پر استعمال کرتے ہوئے؛ تکمیل رکعات کو ہی اصل مطلوب ٹھہراتے ہوئے؛ تراویح کی باجماعت نماز کو بے روح اور اس کے تمام فوائد کو ہی حبط کر دیا جاتا ہے۔ [الا ماشاء اللہ]

نفل نماز کی جماعت میں تلاوت قرآن کی کثرت سنت ہے؛؛؛

✓ ---- فَاَقْرَأْ وَابْتَغِ الْوَسِيلَةَ ---- [سورة المزمل؛ ۲۰] ---- پس پڑھو جتنا قرآن

میں سے آسان ہو۔۔۔

✓ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رمضان المبارک میں لوگوں کو قیام اللیل میں گیارہ رکعات پڑھانے کا

حکم دیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ آیات پڑھا کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ]

✓ اور عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے رمضان المبارک میں قراء کرام کو بلایا اور ان میں

سب سے تیز قرات کرنے والے کو تیس آیات اور درمیانے کو بچیس، اور سست کو بیس آیات پڑھنے کا حکم دیا۔

تلاوت قرآن کا نصاب بیس رکعت تراویح میں					
تلاوت آیات قرآن ہر رکعت میں	رکعتوں کی تعداد	کل آیات قرآن کی تلاوت (روزانہ)	کل آیات قرآن کی تلاوت (29 روزوں میں)	تعداد تکمیل قرآن	تعداد اضافی آیات قرآن
100	20	2,000	58,000	9	1,876
30	20	600	17,400	2	4,928
25	20	500	14,500	2	2,208
20	20	400	11,600	1	5,364

تلاوت قرآن کا نصاب آٹھ رکعت تراویح میں					
تلاوت آیات قرآن ہر رکعت میں	رکعتوں کی تعداد	کل آیات قرآن کی تلاوت (روزانہ)	کل آیات قرآن کی تلاوت (29 روزوں میں)	تعداد تکمیل قرآن	تعداد اضافی آیات قرآن
100	8	800	23,200	3	4,492
30	8	240	6,960	1	724
25	8	200	5,800	0	5,800
20	8	160	4,640	0	4,640

مندرجہ بالا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اس کی بنیاد پر تلاوت قرآن کے نصاب کا تخمینہ واضح کرتا ہے کہ تراویح میں ختم قرآن نہ ہی کوئی سنت رسول ﷺ یا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور نہ ہی کبھی یہ تراویح کا مطلوب و مقصود تھا؛ بلکہ وہ اضافی فیض تھا جو تراویح کے ساتھ ہر حال میں لازم و ملزوم ہے۔ تکمیل رکعات کی طرح؛ ختم قرآن بھی جب مطلوب و مقصود کا روپ ڈھال لیتا ہے تو آئمہ حضرات اور مقتدیوں کا مطیع نظر صرف اس مطلوب و مقصود کے حصول کے محدود رہ جاتا ہے اور اس مطلوب و مقصود کے حصول کے ساتھ ہی باقی ماندہ رمضان کی تراویح میں؛ تلاوت قرآن پاک ایک بوجھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس سے بری ذمہ ہونے کے لیے آئمہ حضرات قرآن پاک کی آخری دس سورتوں کو یا تین آیات کے کم از کم نصاب کو اپنے لیے مختص فرما لیتے ہیں۔ [الاہا شاء اللہ] اور یہ سب دین کے نام پر ہم اجتماعی طور پر رمضان کے بابرکت ترین اور سنت رسول ﷺ کے مطابق عبادات میں شدت اختیار کرنے والے آخری عشرہ میں اختیار کرتے ہیں۔ "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا؛ تو حضور نبی کریم ﷺ کمر بستہ ہو جاتے؛ اس کی راتوں کو زندہ رکھتے (یعنی شب میں بیدار رہتے) اور گھروالوں کو بھی گنگا یا کرتے۔" [متفق علیہ]؛ جبکہ ہمارے اہل علم حضرات رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو بھی بخوبی جانتے ہیں کہ "۔۔۔ اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔ [صحیح بخاری - جلد سوم - دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیابان - حدیث ۱۳۴۰]"۔ تو جس تراویح کا خاتمہ مذاق کی صورت میں ہو؛ تو اس سے ایمان اور احتساب کا حصول تو گنجا؛ اس کا تواجر ہی ایک مشکوک امر ہے۔

تراویح کی نماز میں تلاوت قرآن پاک پر مندرجہ ذیل حالات میں سی کسی ایک کا اطلاق ہو سکتا ہے۔۔۔

آ۔ تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ علیٰ ترین والی حالت (رسول اللہ ﷺ کے کامل اور افضل ترین عمل کے عین مطابق عمل؛ مثلاً مکمل قرات کے ساتھ ترتیل والی تلاوت؛ تدبر اور خشیت کے ساتھ)

ب. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ قابل قبول والی حالت (اعلیٰ ترین عمل میں جواز والے عمل کی شمولیت؛ مثلاً

حدر کے درجہ والی تلاوت؛ عربی زبان سے ناواقفیت کے باعث تدر اور خشیت کی غیر موجودگی)

ت. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ صغیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول عمل میں مکروہ اعمال کی شمولیت؛ مثلاً لحن

خفی کے ساتھ تلاوت؛ عربی زبان کے فہم کے باوجود تدر قرآن اور خشیت کے حصول کی کوشش ہی نہ کرنا؛ قرآن کی

سماعت کی طرف توجہ ہی نہ دینا اور دنیاوی امور پر اختیاری طور پر سوچنا)

ث. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ عملی نفاق والی حالت (تلاوت قرآن پاک کی اعلیٰ ترین یا قابل قبول حالت

کی اہمیت سے انکار کرتے ہوئے مجبوراً سستی اور بے دلی کے ساتھ اس کی ادائیگی یا سماعت)

ج. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ کبیرہ گناہ والی حالت (قابل قبول یا صغیرہ گناہ والی حالت والی تراویح کی

جماعت میں حرام عمل کی شمولیت؛ مثلاً لحن جلی کے ساتھ تلاوت؛ آیات میں معنوی غلطیاں کرنا)

ح. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ کفر مجازی والی حالت (اس حالت کا اطلاق نہیں ہو سکتا)

خ. تلاوت قرآن پاک کی؛؛؛ کفر حقیقی والی حالت (اس حالت کا اطلاق نہیں ہو سکتا)

نفل نماز کی جماعت میں رکوع و سجود میں تسبیحات کی سنت مقدار؛؛؛؛

✓ اعلیٰ ترین مقدار؛ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے میں غور کیا تو میں نے آپ ﷺ کا قیام رکوع اور رکوع کے بعد اعتدال پھر سجدے میں پھر آپ ﷺ کا دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا سلام کے درمیان اور نماز سے فارغ ہونا تقریباً برابر تھے۔ [صحیح مسلم - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۱۰۵۲]

✓ قابل قبول مقدار؛ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اس جوان کی نماز حضور ﷺ کی نماز کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے۔ حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے رکوع و سجود کی تسبیحات کے بارے میں اندازہ کیا کہ وہ تقریباً دس دفعہ پڑھتے تھے۔ [معارف الحدیث، حصہ سوم، کتاب الصلوٰۃ، صفحہ نمبر ۱۲۳]

نفل نماز کی جماعت کے قومه و جلسہ میں اعتدال سنت ہے؛؛؛؛

✓ --- آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم نماز ادا کرنا چاہو تو تم ٹھیک طریقہ سے وضو کرو۔ پھر کھڑا ہو اور قیلم رن ہو کر تکبیر پڑھو۔ پھر قرآن کریم پڑھو اس کے بعد تم سکون اور اطمینان کے ساتھ رکوع کرو پھر تم سر اٹھاؤ اور سکون کے ساتھ سیدھا کھڑے ہو جاؤ پھر تم اطمینان سے سجدہ کرو۔ جس وقت تم اس طریقہ سے کر لو گے تو تم (واقعی صحیح طریقہ سے) نماز ادا کر لو گے اور تم اس میں جس قدر کمی کرو

گے تو تم درحقیقت نماز میں کوتاہی کے مرتکب ہو گے۔ [سنن نسائی - جلد اول - نماز شروع

کرنے سے متعلق احادیث - حدیث ۱۰۵۸]

✓ انس رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے تھے، تو وہ نماز پڑھ کر بتاتے تھے پس جس

وقت وہ اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنے کھڑے رہتے کہ ہم کہتے کہ یقیناً یہ (سجدے میں جانا) بھول

گئے۔ [صحیح بخاری - جلد اول - اذان کا بیان - حدیث ۴۴۲]

✓ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا، کہ

تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابت کہتے ہیں کہ "انس بن

مالک رضی اللہ عنہ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا، وہ جب اپنا سر

رکوع سے اٹھاتے تو اتنا کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے، اور دونوں سجدوں کے

درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے کہ دیکھنے والا سمجھتا، کہ وہ دوسرا سجدہ کرنا بھول گئے۔ [صحیح

بخاری - جلد اول - اذان کا بیان - حدیث ۴۹۳]

تلاوت قرآن، ترتیل یا حدر

ترتیل کے لغوی معنی ہیں ترتیب دینا اور نظم و نسق کرنا۔ یہ لفظ مہلت دینا؛ بنا جلد بازی کیے؛ اطمینان سے کوئی کام کرنا؛ واضح کرنا؛ خوب صورت بنانا اور عمدہ بنانا ہیں۔ "الترتیل"؛ یہ قرآن کریم کی تلاوت ہے جو طمانیت اور توجہ کے ساتھ، سمجھنے اور غور و فکر کے ساتھ، تجوید کے احکام کی رعایت کرتے ہوئے، حرفوں کے مخارج کی دیکھ بھال کرتے ہوئے اور وقف کے قواعد کی پابندی کے ساتھ کی جائے۔

"حدر" قرآن کریم پڑھنے کے درجات میں سے ایک درجہ ہے، اس کا مطلب قصر، سکون، اختلاس، بدل، ادغام کبیر، تخفیف، ہمزہ وغیرہ (یہ سب تجوید کے مصطلحات ہیں) کی رعایت کرتے ہوئے آسان، تیز اور ہلکی پھلکی قرأت کرنا، ادائیگی حروف کے طریقے میں خلل کے بغیر، بلکہ سکون، حرکات، غنہ وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے ہر حرف اپنے محرج سے نکلے۔ ترتیل کی اس نوع کو "حدر" کہتے ہیں۔

✓ قرآن کا حکم:۔۔۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا [سورۃ المزمل، ۴]۔۔۔ اور قرآن کو طہر طہر کر

پڑھا کرو۔

✓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت؛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز

پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت البقرہ شروع فرمادی۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت نساء شروع فرمادی

پوری سورت پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت آل عمران شروع فرمادی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیل اور

خونی کے ساتھ پڑھا؛ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت سے گزرتے کہ جس میں تسبیح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

"مُجِبَّاءَ اللّٰہ" کہتے اور جب آپ ﷺ کسی ایسے سوال سے گزرتے تو آپ ﷺ سوال فرماتے اور جب آپ ﷺ تعویذ والی آیت پر سے گزرتے تو آپ ﷺ پناہ مانگتے۔۔۔۔ [صحیح مسلم - جلد اول - مسافروں کی نماز اور قصر کے احکام کا بیان - حدیث ۱۸۸۸]

قرآن پاک کو اچھی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنا ہی سنت رسول ﷺ ہے۔ قرآن کا مقصد تدبر اور تفکر ہے؛ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے تدبر میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی تلاوت کے متعلق بیان فرمایا کہ "آپ ﷺ ایک ایک حرف کو واضح کر کے پڑھا کرتے تھے"۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ "آپ ﷺ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی"۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ "خوب مد کر کے حضور ﷺ پڑھا کرتے تھے"۔ پھر "يَسْمُو اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" پڑھ کر سنائی جس میں لفظ "اللہ" پر، لفظ "رحمن" پر، لفظ "رحیم" پر مد کیا۔ ابن جریج میں ہے کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا وقف فرمایا کرتے تھے جیسے "يَسْمُو اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" پڑھ کر وقف کرتے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" پڑھ کر وقف کرتے، "اَللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" پڑھ کر وقف کرتے، "مِلَّاتٌ یَّوْمَ الدِّیْنِ" پڑھ کر ٹھہرتے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ترتیل صرف تدبر کی وجہ سے مستحب نہیں ہے؛ بلکہ اس آدمی کے لئے بھی ترتیل سنت ہے جو قرآن کے معانی نہ سمجھتا ہو، اس لئے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے دل پر بھی زیادہ اثر ہوتا ہے۔

تعداد رکعات

✓ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا اور (اس وقت) آپ ﷺ منبر پر تھے کہ "رات کی نماز کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وودور رکعت (پڑھنی چاہئیں)؛ پھر جب تم کسی کو صبح (ہو جانے) کا خوف ہو، تو ایک رکعت (اور) پڑھ لے، اور وہ ایک رکعت اس کے لئے جس قدر پڑھ چکا (سب کو) وتر کر دے گی"۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے کہ "رات کو اپنی آخری نماز کو وتر بناؤ"۔ [صحیح بخاری - جلد اول - نماز کا بیان - حدیث ۴۳۳]

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں تراویح کی غیر مقلدین کی آٹھ رکعتیں؛ احناف کی بیس رکعتیں؛ مالکی مکتب فکر کی چھتیس رکعتیں؛ ایام حرہ (۶۳ھ) کے قریب اہل مدینہ کی اڑتیس رکعتیں اور عصر حاضر میں حرین شریفین میں دس رکعتیں؛ تمام کی تمام رسول ﷺ کی قولی سنت کے عین مطابق ہیں۔

متفق علیہ امر ہے کہ فرض نماز کے برخلاف؛ انفرادی نفل نماز میں تعداد رکعت کا تعین لازمی نہیں ہے؛ بلکہ مندرجہ بالا حدیث کے مطابق صرف جفت ہونا لازمی ہے؛ مگر اگر یہی انفرادی نماز؛ اجتماعی شکل میں ادا کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ سے اجتماعی شکل کی کوئی قطعی دلیل بھی موجود نہ ہو؛ تو انتظامی نقطہ نظر سے کسی ایک جفت عدد پر متفق ہونا لازمی ہے ورنہ معاشرہ میں یہ عبادت اپنی اجتماعیت کے ظاہری حسن سے محروم ہو جائے گی اور مزید تفرقہ کا باعث بنے گی۔ اس جفت عدد کے تعین کی ذمہ داری اس پر ہے جو اس عدد کے نفاذ پر قادر بھی ہو یعنی "مسلمانوں کا حاکم"۔

رسول اللہ ﷺ سے قیام الیل کی صورت میں انفرادی نفل نماز کی آٹھ رکعتیں صحیح احادیث کی روشنی سے ثابت ہیں مگر رمضان المبارک میں تراویح کی صورت میں اجتماعی نفل نماز کی تعداد رکعات؛ میرے ناقص مطالعہ کی حد تک کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے؛ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ مصنف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کی خبر واحد اس سلسلہ کی واحد دلیل ہے؛ جس کی صحت پر غیر مقلدین کو کلام اور مقلدین کو جو با اہمیت کے عمل تو اتر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

بہر کیف کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کی طرح؛ ایک تہائی رات میں آٹھ رکعت تراویح کو بنیاد بناتے ہوئے اور دو تہائی رات قیام کرنے والے نمازیوں کی آسانی اور سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے؛ بیس رکعت تراویح بھی محض خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک انتظامی امر ہو۔ جس کے باعث سلف میں مختلف تعداد کی روایات ملنے کے باوجود یہ امر کبھی بھی ان کے درمیان باعث نزاع نہیں رہا اور نہ ہی قیام الیل کی متفق علیہ آٹھ رکعتوں کے راویوں نے بیس رکعت تراویح کو رسول اللہ ﷺ کی قولی سنت کے خلاف پایا۔ کیونکہ ان کا اصل ہدف ظاہر میں قرآن پاک سے مزین طویل قیام اور باطن میں اس ایمان و احتساب کا حصول تھا؛ جو اس تراویح کی سنت کا اصل مطلوب ہے۔ جبکہ عصر حاضر میں؛ بغیر مبالغہ ذاتی مشاہدہ پر مبنی؛ ہم مقلدوں کی مساجد میں بیس رکعت تراویح کی سنت کی اہمیت کا احساس اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ غیر مقلدوں کی مساجد میں ادا کی جانے والی آٹھ رکعت تراویح سے بھی مختصر ہو چکی ہے [اناللہ وانا الیہ راجعون]۔

مزید برآں مندرجہ بالا حدیث کے بعد آٹھ یا بیس رکعتوں کی تحقیق اور التزام ایک اضافی سنت کی اتباع کے طور پر ایک احسن عمل تو قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کی مثال تلاوت قرآن کی طرح ہے؛ جس کو قاری سنت کے مطابق ترتیل؛ خوش الحانی اور تجوید کے قواعد کی قولی و عملی سنتوں کے ساتھ ادا کر رہا ہو اور اضافی سنت

کے طور پر وہ ان مقامات پر بھی وقف کرے جو رسول اللہ ﷺ سے عملی طور پر ثابت ہیں۔ مگر اس اضافی عملی سنت کو امت میں باعث نزاع قرار دینا؛ کیا واقعی ہمارے دین کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے؟۔

۱۴۴۶ھ کا رمضان گزر چکا اور ۱۴۴۷ھ کے رمضان کی تیاری میں تقریباً ایک سال ہے۔ تو مجھ جیسا ہر عامی کوشش کرے کہ اپنی تراویح کی اجتماعی عبادت کو دنیا و آخرت میں نفع بخش اور کم از کم قابل قبول سطح تک لانے کی کوشش میں اس مضمون کو اپنی اپنی مساجد کے آئمہ الصلوٰۃ اور علماء تک پہنچائے۔ اور جواب میں آئمہ الصلوٰۃ اور علماء سے گزارش ہے کہ وہ آنے والے رمضان سے قبل اپنے مقتدیوں کی ذہن سازی کرنے کی کوشش کریں۔ اور جو حضرات اس مضمون کے مطالعہ کے بعد بھی؛ دین میں محض جو از کی چھتری کے سائے تلے؛ موجود ہوں روح تراویح کے ڈھانچے کو برقرار رکھنے پر بضد ہیں؛ تو ان کی خدمت میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک قول پیش خدمت ہے۔

✓ عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا "جس نے عمرہ کے لئے کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان میں طواف نہ کیا کہ آیا وہ اپنی عورت کے پاس آئے یا نہیں؟" انہوں نے کہا "نبی ﷺ (مدینہ سے) تشریف لائے؛ تو سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا و مروہ کے درمیان میں طواف فرمایا؛ پس اب صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے عمدہ پیروی ہے۔ [صحیح بخاری۔ جلد اول۔ نماز کا باب۔ حدیث ۳۹۱]

جن مضامین کے حوالہ جات اس مضمون میں شامل ہیں ان کے مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب "قوانفسکھ و اہلیکھ ناردا (ایڈیشن چہارم)" اور انفرادی مضامین مندرجہ ذیل مقامات پر موجود ہے۔

<https://archive.org/details/@furqanuddin>

<https://ketabton.com/books?search=furqanuddin&lang=any&category=any>

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library